عالم اسلام

جناب ارشاد الرحمٰن

ترکی میں طیب اردگان کی کامیابی اور درپیش چیلنج

۱۰ اگست ۲۰۱۴ء کو ترکی میں منعقد ہونے والے صدارتی انتخابات میں وزیر اعظم ترکی رجب طیب اردگان ملک کے صدر منتخب ہوئے اب تک صدر کا انتخاب پارلیمنٹ کر رہی ہے یہ پہلا موقع ہے جب قوم نے براہ راست اپنے ووٹ سے صدر کا انتخاب کیا ہے۔ رجب طیب اردگان کو پہلے ہی راؤنڈ میں اپنے حریفوں پر فیصلہ کن برتری حاصل ہوگئی اور دوسرے راؤنڈ کی ضرورت پیش نہ آئی، ملکی دستور کی دفعہ ۴ کے مطابق ملک کے صدارتی انتخاب میں اردگان کو مطلق اکثریت حاصل ہے، اردگان کو ۵۲ فیصد، اکمل الدین احسان اوغلو کو ۳۸ فی صد اور صلاح الدین ومیر طاش کو ۹ فی صد ووٹ حاصل ہوئے عالمی ذرائع ابلاغ کے مطابق رجب طیب اردگان اس وقت اپنے سیاسی زندگی کے بلند ترین مقام پر پہنچ چکے ہیں وہ ۲۰۰۳ء سے ملک کے وزیر اعظم تھے وہ ملک کے صدر بن کر صدر جمہوریہ کے اختیارات کا دائرہ وسیع کرنا چاہتے ہیں ذرائع نے یہ تبصرہ بھی کیا ہے کہ اردگان اپنے زندگی کے جس اہم ترین ہدف تک پہنچنا چاہتے ہیں وہاں پہنچ گئے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ صدارتی منصب کو اعزازی کے بجائے تنفیذی صورت عطا کی جائے۔

عالمی ذرائع ابلاغ میں بہت اہم خبر رساں اداروں کے تبصروں کے مطابق عراق، شام اور یوکرائن کے بحرانوں میں گھرے ہوئے اور مغرب کے نہایت اہم حلیف اور اتحادی ملک ترکی کا آئندہ صدر انتہائی اہمیت کے حامل، کثیر جہتی سیاسی مقام پر کھڑا ہوگا اگر مشرق وسطیٰ اور یورپ کے تناظر میں دیکھا جائے تو ترکی کے صدارتی انتخابات کو تبدیلی کا نقطۂ آغاز قرار دیا جا سکتا ہے، برطانوی اخبار ''دی گارڈین'' کے مطابق اردگان کی یہ نمایاں کامیابی اس کی طاقت و اقتدار کو مزید مستحکم کرے گی، بیش تر تجزیہ نگاروں کا خیال ہے کہ وزارت عظمیٰ کے پورے عرصے میں اردگان کے لیے یہ مشکل ترین سال تھا جو اپنے اختتام کو پہنچ رہا ہے۔

شخصیت، تجربے اور سیاسی بصیرت و قومی سطح پر حاصل شہرت و پذیرائی کے اعتبار سے تینوں صدارتی امیدواروں کی حیثیت میں بہت نمایاں فرق ہے، صلاح الدین ومیر طاش ۴۱ سال کے ہیں، ملک کی بہت بڑی قبائل برادری کردوں کی حمایت انہیں حاصل تھی، اندازے سے بہت کم شرح ووٹ ان کے

حصے میں آئی، یعنی ۹ فی صد۔ دوسرے صدارتی امیدوار او آئی سی کے سیکریٹری جنرل کے منصب پر رہنے کی وجہ سے عالمی شہرت و تعارف رکھتے تھے اور ملک کی ۱۳ سیاسی جماعتوں کے متفقہ امیدوار تھے اس تمام تر حمایت کے باوجود انہیں ۳۸ فی صد ووٹ ملے اردگان کے مقابلے میں لوگ انہیں، بابا جی خیال کرتے ہیں، تنقید و تجزیہ نگاروں کا خیال ہے کہ رجب طیب اردگان ۶۰ سال کی عمر میں بھی پرکشش شخصیت کے مالک ہیں، وہ قوت کار اور حاضر دماغی کے اعتبار سے بہت اچھا تعارف رکھتے ہیں، حکومت میں ۱۲ برس گذارنے کے بعد بھی وہ توانا عزم اور تعمیر و ترقی کے منصوبوں کو مزید آگے بڑھانے کے متمنی ہیں، ناقدین کے نزدیک اس کے باوجود وہ منصب صدارت پر متمکن ہو کر ترکی کی سیاست کے نقشے میں کوئی تبدیلی نہیں لا سکیں گے۔ حامی انہیں ''فرزند امت'' کا نام دیتے ہیں اور حریف انہیں مذاق سے ''سلطان'' کہتے ہیں، بہرحال اردگان اپنے دونوں حریفوں کے مقابلے میں پوری قوم کا اعتماد حاصل کرنے میں واضح طور پر کامیاب رہے اور ۵۲ فی صد سے زائد ووٹ حاصل کر کے ملک کے پہلے جمہوری صدر منتخب ہو گئے، بعض ذرائع نے انہیں ترکی کی تاریخ کا مضبوط ترین لیڈر قرار دیا ہے ان کا خیال ہے کہ بطور صدر وہ متعدد قومی اداروں میں اپنے پسندیدہ افراد کو متعین کرنے کا اختیار حاصل کر لیں گے۔

رجب طیب اردگان کی صدارتی انتخابات میں کامیابی، ان کی اپنی قائم کردہ جماعت ''انصاف و ترقی پارٹی'' کی مسلسل ۹ ویں کامیابی ہے، ۱۹۲۳ء سے لیکر اب تک سیاسی منظرنامے پر کسی بھی جماعت کو ایسی برتری حاصل نہیں ہو سکی، انصاف و ترقی پارٹی تین بار عام انتخابات میں، تین بار بلدیاتی انتخابات میں، دو بار ریفرنڈم میں اور اب پہلے براہ راست قومی صدارتی انتخابات میں کامیابی کی منزلیں طے کر چکی ہے۔

۱۲ سال سے انصاف و ترقی پارٹی سیاسی منظر پر نہ صرف موجود ہے بلکہ برسر اقتدار ہے، پارٹی نے خارجی سطح پر عالمی تبصرہ و تجزیہ نگاروں کے لیے قابل توجہ ڈپلومیسی کا مظاہری کیا ہے ترکی نے علاقائی و عالمی مقام حاصل کر لیا ہے، اردگان کو عالم عرب اور عالم اسلام میں جو پذیرائی ملی ہے اس سے قبل کسی سیاسی رہنما کو حاصل نہیں ہو سکی، انصاف و ترقی پارٹی کے دور حکومت میں ترکی متعدد بار قابل ذکر اقتصادی کامیابیوں کی منزلیں طے کر چکا ہے، ایسی مملکت جو قرضوں اور بحرانوں کے بوجھ تلے دبی ہو وہ قرضوں کے جان لیوا بوجھ سے باہر نکل آئے تو یہ عالمی سطح پر بے مثال کامیابی ہے، وزیراعظم رجب طیب اردگان نے صدارتی انتخاب میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد اپنے خطاب میں کہا: ترکی عالمی مالیاتی فنڈ کا ۲۳ ملین ڈالر کا مقروض تھا، جن کی مکمل ادائیگی کے بعد وہ مالیاتی فنڈ کے قرضوں سے نجات پا چکا ہے، انہوں نے کہا کہ ترکی یہ عزم رکھتا ہے کہ عالمی مالیاتی فنڈ کو ۵ ملین ڈالر کا قرض دے کر وہ مقروض ملکوں کی صف

سے نکل کر قرض دینے والا ملک بن جائے، عالمی طاقتوں کی ہدایات کے تابع رہنے کے بجائے عالمی سیاست میں برابر کے شریک کی حیثیت سے کردار ادا کر سکے۔

طیب اردگان ایسی شخصیت ہیں جس نے ترکی کے گلی کوچوں میں خود کو موضوع بحث بنا لیا ہے ان کے گرد جمع ترک محبت کرنے والے بھی ہیں اور نفرت کرنے والے بھی، ان کے عقیدت مند انہیں اتاترک ثانی سمجھتے ہیں، ان کے نقاد کہتے ہیں کہ وہ خطے کو تقسیم کرنے اور اس پر تسلط جمانے کے منصوبے کے آلہ کار ہیں، ناقدین کا کہنا ہے کہ وہ عثمانی سلطنت کے شاہوں جیسا شاہ بننا چاہتے ہیں لیکن ان کا یہ خواب اس لیے پورا نہیں ہوسکتا کہ اتاترک نے جو ریاست کا بانی ہے دستور میں ایسی دفعہ شامل کر رکھی ہے جس کی بنیاد پر ریاست کا سیکولر رہنا ناگزیر ہے۔

اتاترک نے اس دفعہ کے فوراً بعد یہ دفعہ بھی شامل کیا ہے کہ سیکولرزم کی اس دفعہ کو کسی بھی وقت اور کسی بھی ذریعہ سے تبدیل نہیں کیا جا سکتا چونکہ اردگان کے پیش نظر خلافت عثمانیہ جیسی ریاست قائم کرنا ہے، لہٰذا اس دفعہ کی موجودگی تک یہ نہیں ہوسکتا، ترکی دستور میں دینی جماعتوں کی تشکیل ممنوع ہے، انصاف وترقی پارٹی دستاویزی اور کاغذی لحاظ سے سیکولر اور مزاج وطبیعت اور کردار کے اعتبار سے اسلامی ہے۔

پے در پے تین قومی انتخابات میں کامیابی حاصل کر کے یک جماعتی حکومت کی تشکیل کے باوجود یہ ممکن نہیں تھا کہ معاملہ ان کے ہاتھ میں آجاتا، ملک پر فوج کا تسلط قائم تھا اور وہ کسی وقت بھی ان کے خلاف بغاوت کر سکتی تھی، لہٰذا اردگان نے پہلے فوج کے اثرات واختیارات کو محدود کیا، پھر عدلیہ کی اتھارٹی کا خاتمہ کیا جو اسلامی گروپوں کے سر پر لٹکتی تلوار تھی، اردگان نے یورپی یونین کے قوانین کے ساتھ انضمام کو غنیمت جانا تا کہ رفتہ رفتہ ان قوانین کو تبدیل کیا جا سکے جو ان دونوں اداروں سے متعلق تھے۔

انصاف وترقی پارٹی کے نائب صدر محمد علی شاہین نے دستوری تبدیلیوں کے حوالے سے کہا کہ:

ایک مدت سے ہماری رائے ہے کہ ۱۹۸۲ء کے دستور میں تبدیلی کی ضرورت ہے اور قوم کو نئے دستور کی ضرورت ہے، افسوس ہے کہ دستوری تبدیلیوں کے مسودے پر دو سال کی محنت کے باوجود پارلیمنٹ سے دستوری کمیٹی کا اتفاق نہیں ہوسکا، مگر اس کے باوجد ہم اپنی رائے پر قائم ہیں اور اپنے مفاد واہداف کو حاصل کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔

۲۰۱۵ء میں منعقد ہونے والے قومی انتخابات میں پیش کیے جانے والے منشور میں ہمارا سب سے اہم وعدہ یہی ہوگا کہ نیا دستور اتفاق رائے سے بنے گا، ہمارا یقین ہے کہ ملک کو ایسے دستور کی ضرورت ہے جس سے ملکی مشکلات ومسائل کا حل ممکن ہو، جو انسانی حقوق اور آزادیوں کا ضامن ہو اور ترکی کو ایک

جدید ریاست بنا سکے۔

رجب طیب اردگان نے بذات خود ترکی کے اندر پارٹی قیادت کو یہ ہدف دیا ہے کہ وہ آئندہ پارلیمانی انتخابات میں اتنی غالب اکثریت حاصل کریں جس سے پارٹی کے لیے دستور میں تبدیلی لانے کا عمل ممکن ہو سکے، انہوں نے یہ بات بھی واضح کی کہ آئندہ عام انتخابات میں پارٹی کی شرکت کا مقصد دستور میں تبدیلی کی خاطر زیادہ سے زیادہ اکثریت حاصل کرنا ہے، گذشتہ انتخابات میں اگرچہ پارٹی کو ۵۵۰ کے ایوان میں ۳۱۳ نشستیں حاصل تھیں لیکن وہ غالب اکثریت رکھنے کے باوجود دستور میں تبدیلی کے لیے مطلوبہ دو تہائی اکثریت نہیں رکھتی تھی۔

اردگان کی صدارتی کامیابی پر مخالفین کا اعتراض ہے کہ وہ ملک کو صدارتی نظام میں ڈھالنا چاہتے ہیں، اردگان نے اس رائے کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ: میں کسی امتیاز کے بغیر ۷۷ ملین ترک عوام کا صدر ہونے کا حلف اٹھاؤں گا، ان کا کہنا ہے کہ ہم نے تاریخی اصلاحات اس لیے کی ہیں کہ ملک کے تمام شہری آزادی رائے کا حق کسی خوف وخطر کے بغیر استعمال کر سکیں، اس کے برعکس ان کے حریفوں کا خیال ہے کہ ترکی کو مغربی اقدار و روایات سے بہت دور لے جا رہے ہیں۔ اردگان کو درپیش چیلنجوں میں ایک بہت بڑا مسئلہ معروف دانش ور فتح اللہ گولن کی قابل اعتراض سرگرمیاں ہیں ان کے بارے میں اردگان نے کہا کہ میرے منصب صدارت سنبھالنے سے گولن سے کشمکش میں اضافہ ہو جائے گا، ان کا کہنا ہے کہ گولن صرف اردگان اور اس کے خاندان اور ساتھیوں کے خلاف نہیں ہے بلکہ وہ ترکی اور ترک قوم کی آزادی کو کمزور کرنا چاہتے ہیں۔

انصاف و ترقی پارٹی کا کہنا ہے کہ سیاسی کشمکش اور چیز ہے اور تخریبی کشمکش دوسری چیز، فتح اللہ گولن کی پارٹی پر انصاف پارٹی کا الزام ہے کہ وہ قومی اداروں کے اندر انتشار و انارکی پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں، وہ ترکی ریاست کے خلاف مجرمانہ کارروائیوں میں ملوث پائے گئے، ملک کی قومی اور وطنی سلامتی کے اہم رازوں کی جاسوسی کرتے پکڑے گئے ہیں، وہ ان معلومات اور سربستہ رازوں کو ترکی کے دشمنوں تک پہنچاتے ہیں، ابتداء میں جب وہ حکومت کے سیاسی طور پر مخالف رہے تو ان سے بالکل تعرض نہیں کیا گیا، حتی کہ وہ دستوری حقوق حاصل کیے بغیر سیاسی پلیٹ فارم پر اختلافی سیاست کرتے رہے، انہوں نے کوئی سیاسی جماعت رجسٹرڈ نہیں کرائی تھی جس کے ذریعہ وہ حکومت کی مخالفت کر سکتے۔ ان پر دوسرا الزام یہ ہے کہ انہوں نے ''مرمرۃ'' بحری جہاز کے مسئلہ پر اسرائیلی حکومت کی تائید کی اور ترکی حکومت کو ان ۹ شہداء کی شہادت کا ذمہ دار قرار دیا جنہوں نے غزہ میں فلسطینی قوم کے گرد اسرائیلی محاصرے کو

توڑنے کی خاطر جام شہادت نوش کیا، یہی وہ موقع ہے جب ترکی حکومت نے ان کا محاسبہ کرنا چاہا۔ تیسرا الزام یہ ہے کہ فتح اللہ گولن کی جماعت کے کارکن خفیہ طور پر قومی حکومتی اداروں میں جاسوسی نظام قائم کر کے عسکری اور سول حکومتی اداروں کی سلامتی کو خطرے سے دو چار کرنا چاہتے تھے، انہوں نے ترکی سلامتی کونسل کے اجلاسوں کی جاسوسی کی اور ان خفیہ معلومات کو عام کیا۔

ترکی داخلی اور خارجی دونوں سطحوں پر کئی مشکلات اور چیلنجوں سے دو چار ہے اور رجب طیب اردگان نے ان تمام مسائل و مشکلات کو نقطہ صفر پر لانے کا عزم ظاہر کیا تھا مگر ۱۲ سال مسلسل اقتدار میں رہنے کے بعد بہت سے امور و معاملات سے پردہ اٹھا تو وہ مشکل تر ہوتے گئے، داخلی سطح پر اردگان کو سیکولر قوتوں سے سابقہ ہے جو اپنے مقاصد اور اہداف سے پیچھے نہیں ہٹنا چاہتیں جب کہ اسلامی روحانیت ترکی کو اس کی تہذیب و ثقافت کی طرف لوٹانا چاہتی ہے، ملکی امن و امان کے قیام اور اس پر صرف ہونے والے قومی سرمایے کی شرح کو کم سے کم کرنا بھی بہت بڑا چیلنج ہے، شام، مصر، عراق وغیرہ کے مسائل ترکی حکومت اور معیشت پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں، ملک کے اندر قبائلی تحریکیں بھی ہنگاموں اور فسادات کو ہوا دینے کا کوئی موقع ضائع نہیں کرتیں ان تمام اندرونی و بیرونی مسائل کے باوجود، انصاف و ترقی پارٹی کی بلدیاتی انتخابات اور صدارتی انتخابات میں نمایاں اور واضح تر کامیابی سے قومی رجحان اور میلان کا اندازہ ہوتا ہے، امید ہے کہ قوم دستوری تبدیلیوں کو یقینی بنانے کے لیے انصاف و ترقی پارٹی کو ۲۰۱۵ء کے پارلیمانی انتخابات میں پہلے سے مضبوط تر عوامی مینڈیٹ دے کر پارلیمنٹ میں پہنچائے گی، غالب امید ہے کہ رجب طیب اردگان بحیثیت صدر ریاست ان تمام امور و مسائل سے نبرد آزما ہونے میں کامیاب ہوں گے، ان کا کامیاب ماضی ان بات کی شہادت فراہم کرتا ہے کہ وہ ایسی شخصیت ہیں جس کو معلوم ہے کہ اسے کیا کرنا ہے، وہ اپنے ایجنڈے پر پوری یک سوئی اور دلجمعی کے ساتھ کام کرتے ہیں۔

آئندہ انصاف و ترقی پارٹی اپنے اہداف حاصل کرنے میں کس حد تک کامیاب رہتی ہے، پارٹی کی مقبولیت سے تو اس کے امکانات روشن نظر آتے ہیں، مگر ناقدین کا کہنا ہے کہ اردگان کے پارٹی سربراہ نہ رہنے کی وجہ سے ان کی پارٹی پر گرفت کمزور ہو جائے گی، پارٹی کے بدخواہوں نے پارٹی کے اندر عبداللہ گل دھڑے کا وجود بھی دریافت کر لیا ہے، یہ اندازے اور افواہیں انصاف و ترقی پارٹی کا سفر کھوٹا کرنے کی سازشیں ہیں، امید ہے کہ پارٹی کے داخلی نظام میں ہونے والی تبدیلی پارٹی قیادت اور قومی حکومت کے لیے مزید تقویت کا باعث بنے گی۔ (بشکریہ تعمیر حیات لکھنؤ)